ابو عمار زاہد الراشدی

امریکہ کی نظر میں سب سے بڑا دہشت گرد

اسامہ بن لادن

اسامہ بن لادن کا نام سب سے پہلے جہاد افغانستان کے دوران خوست میں سنا تھا جہاں یاور کے مقام پر مجاہدین کی عسکری تربیت گاہ تھی۔ دنیا کے مختلف ممالک سے نوجوان جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر وہاں آتے اور چند دن ٹریننگ حاصل کر کے افغان مجاہدین کے ہمراہ روسی استعمار کے خلاف برسرپیکار ہو جاتے۔ راقم الحروف کو متعدد بار حرکت الانصار کی ہائی کمان کی فرمائش پر ایسی تربیت گاہوں میں جانے کا موقع ملا۔ میرے جیسے لوگ وہاں جا کر عملاً تو کچھ نہیں کر پاتے مگر مجاہدین کا خیال تھا کہ ہمارے جانے سے ان کو حوصلہ ملتا ہے، خوشی ہوتی ہے اور خود ہمیں حالات کا براہ راست مشاہدہ کر کے لوگوں کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اسی جذبہ کے ساتھ ہم وقتاً فوقتاً وہاں جاتے اور ایک دو روز مجاہدین کے ساتھ تربیت گاہوں اور مورچوں میں گزار کر واپس آجاتے۔ وہیں ایک تربیت گاہ عرب نوجوانوں کے لیے بھی مخصوص تھی جہاں مختلف عرب ممالک سے آئے ہوئے سینکڑوں نوجوان تربیت حاصل کرتے تھے۔ مختلف عرب نوجوانوں سے ملاقات ہوتی تھی اور عالم اسلام کے مسائل پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ایک موقع پر یاور سے میران شاہ تک واپس پہنچانے کے لیے جو گاڑی بھجوائی گئی، اس کا ڈرائیور ایک عرب نوجوان تھا جس کی عمر بمشکل اٹھارہ برس ہوگی۔ میرے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ مدینہ منورہ کا رہنے والا ہے اور دو سال سے جہاد میں مصروف ہے۔ وطن واپسی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ جہاد میں کامیابی کے بعد ہی وطن واپس جانے کا ارادہ ہے۔ یہ دور وہ تھا جب ابھی خوست فتح نہیں ہوا تھا۔ وہیں اسامہ بن لادن کا نام سنا اور یوں یاد پڑتا ہے کہ شاید کسی موقع پر انہیں دیکھا بھی ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ سعودی عرب کے متمول ترین تاجر خاندان "بن لادن فیملی" کا ایک نوجوان ہے جس کا نام اسامہ ہے۔ خود بھی جہاد میں عملاً شریک ہے اور زیادہ تر اگلے مورچوں میں رہتا

ہے اور مجاہدین کے مختلف گروپوں کی دل کھول کر مالی امداد بھی کرتا ہے بلکہ بعض دوستوں نے بتایا کہ جہاد افغانستان میں مالی تعاون اور مجاہدین کی کفالت میں شاید ہی کوئی دوسرا عرب شیخ اس نوجوان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ اسامہ بن لادن کا نام اس کے بعد مختلف حوالوں سے وقتاً" فوقتاً" سننے میں آتا رہا۔ پھر معلوم ہوا کہ جہاد افغانستان میں تربیت حاصل کرنے والے اور جہاد میں عملاً شرکت کرنے والے عرب نوجوان اپنے اپنے ملکوں کی حکومتوں کے ہاں معتوب قرار پا چکے ہیں۔ ان حکومتوں کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ جہاد کے جذبہ سے سرشار اور ٹریننگ سے بہرہ ور یہ نوجوان اپنے ملکوں میں جذبہ جہاد کے فروغ کا باعث بنیں گے اور ان ممالک میں مغربی استعمار کے مسلط کردہ نو آبادیاتی نظاموں کے لیے چیلنج ثابت ہوں گے۔ اس لیے انہیں "دہشت گرد" قرار دینے کا فیصلہ ہوا اور ان سے نمٹنے کے لیے مسلم ممالک کے وزرائے داخلہ اور وزرائے خارجہ کے مسلسل اجلاس ہونے لگے۔ پاکستان میں ان "دہشت گردوں" کے خلاف مہم کا آغاز ہوا اور انہیں پاکستان سے نکالنے کے لیے منظم منصوبہ بندی کی گئی۔

اس دوران "اسامہ بن لادن" کا نام ایک بار پھر سامنے آیا اور پتہ چلا کہ یہ نوجوان سوڈان میں بیٹھا ہے اور نہ صرف سوڈان کی نظریاتی اسلامی حکومت کو اقتصادی سپورٹ مہیا کر رہا ہے بلکہ ان عرب نوجوانوں کی پناہ گاہ بھی ہے جو روسی استعمار کے خلاف تاریخی جہاد میں حصہ لینے کی پاداش میں اپنے ممالک کی حکومتوں کے ہاں "دہشت گرد" اور "مفرور" قرار پا چکے ہیں۔ سوڈان رقبہ کے لحاظ سے عالم اسلام کا سب بڑا ملک ہے اور ہمیشہ قحط سالی کا شکار رہا ہے۔ لیکن چند برسوں سے ڈاکٹر حسن ترابی اور جنرل عمر بشیر کی قیادت سے معاشی خود کفالت اور اسلامی اصلاحات کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ سوڈانیوں نے اس راز کو پا لیا کہ اسلامی نظام کے حقیقی نفاذ کے لیے اس سے قبل معاشی خود کفالت ضروری ہے ورنہ مغربی ملکوں اور عالمی اداروں کی معاشی امداد کا شکنجہ دنیا کے کسی مسلمان ملک میں اسلامی نظام کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ چنانچہ انہوں نے ناکل مما نزرع ونلبس مما نصنع "اپنا بویا ہوا کھائیں گے اور اپنا بنایا ہوا کپڑا پہنیں گے" کا قومی نعرہ لگایا اور مغرب کے آگے پھیلنے والے ہاتھ سمیٹ لیے۔ سوڈانیوں نے زراعت کو فروغ دیا، ملک کے اندر سڑکیں تعمیر کیں اور محنت کا راستہ اختیار کیا جس کا ثمرہ بارگاہ ایزدی سے یہ ملا کہ سوڈان گندم میں خود کفیل ہو گیا ہے بلکہ اب برآمد کرنے کی پوزیشن میں ہے جس پر مغرب کے پیچ و تاب کا اندازہ اس

سے لگایا جا سکتا ہے کہ مصر کے صدر حسنی مبارک پر کسی دور میں ہونے والے قاتلانہ حملہ کے ملزموں کو پناہ دینے کے الزام میں سوڈان کو دہشت گرد ملک قرار دیا جا چکا ہے اور امریکہ بہادر سوڈان سے نمٹنے کے لیے تیاریاں کر رہا ہے بلکہ سوڈان کے جنوب میں عیسائی اقلیت کو ابھار کر اور اسے مالی و عسکری سپورٹ مہیا کر کے سوڈان کو خانہ جنگی میں مبتلا کرنے اور تقسیم کر دینے کے مذموم منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سوڈان کی اس معاشی خود کفالت اور نظریاتی پیش رفت کے پیچھے "اسامہ بن لادن" کا ہاتھ ہے اور اسامہ بن لادن نے سوڈان میں بیٹھ کر نہ صرف وہاں کی اسلامی حکومت کا حوصلہ بڑھایا بلکہ قومی شاہراہ کی تعمیر میں ہاتھ بٹا کر سوڈان کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد دی۔ اسامہ بن لادن کا یہ "جرم" ناقابل معافی تھا کہ اس نے ایک غریب مسلمان ملک کو معاشی خود کفالت کا راستہ دکھایا۔ اسلامی نظام کے نفاذ کی مستحکم بنیاد فراہم کی اور عالمی مالیاتی اداروں کو ایک "شکار گاہ" سے محروم کر دیا۔ چنانچہ امریکہ بہادر نے گزشتہ سال عالمی "دہشت گردوں" کی جو فہرست جاری کی، اس میں "اسامہ بن لادن" کا نام سرفہرست تھا۔ سوڈان کو دھمکی دی گئی کہ وہ "اسامہ" کو امریکہ کے حوالہ کر دے، ورنہ نتائج بھگتنے کے لیے تیار ہو جائے۔ اسامہ بن لادن نے سوڈان کو مشکلات سے نکالنے میں مدد دی تھی۔ اس لیے اس کی مشکلات میں اضافے کا باعث بننا اس غیور عرب نوجوان کی حمیت وغیرت کے خلاف تھا۔ اس لیے اسامہ نے چپکے سے سوڈان کو خیرباد کہا اور افغانستان کی آزاد سرزمین میں نیا مسکن بنا لیا۔ اسامہ بن لادن کا اپنا وطن سعودی عرب ہے جہاں اس کا خاندان آج بھی ملک کا متمول ترین تجارتی خاندان ہے جہاں اس کے اہل خاندان ملک کی معاشی ترقی کا ایک اہم کردار ہیں لیکن اسامہ پر سعودی عرب کے دروازے بند ہیں۔ اس لیے کہ وہ خلیج عرب میں امریکی افواج کی مسلسل موجودگی کا مخالف ہے اور اسے عرب ممالک کی خود مختاری کے منافی اور اسرائیل کی تقویت کا باعث سمجھتا ہے۔ وہ سعودی عرب میں اسلامی اصلاحات کا داعی ہے اور ملک کے نظام کو مکمل طور پر اسلامی تعلیمات واحکام کے سانچے میں ڈھالنے کی بات کرتا ہے۔ وہ شاہی خاندانی کی پر تعیش زندگی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور خلافت اسلامیہ کا احیا چاہتا ہے اور یہ "جرم" آج کے دور میں اتنا ہلکا نہیں کہ اسے آسانی سے نظر انداز کر دیا جائے۔ راقم الحروف کو گزشتہ ماہ کے اواخر میں افغانستان جانے کا اتفاق ہوا تو جی چاہا کہ ممکن ہو تو "اسامہ بن لادن" سے بھی ملاقات کر لی جائے اور اس کا مسکن دیکھ لیا جائے۔ کچھ دوستوں سے بات

کی تو حالات نے موافقت کا رخ اختیار کر لیا اور ایک شب ہم کچھ دوست چپکے سے "اسامہ بن لادن" کے کیمپ میں جا پہنچے۔ چند نو تعمیر شدہ کچے مکانوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی بستی "الشیخ اسامہ بن لادن" کی پناہ گاہ ہے جہاں ان کے ساتھ انہی کی طرح کے بہت سے عرب نوجوان قیام پذیر ہیں۔ ایک رات ہم وہاں رہے۔ الشیخ اسامہ بن لادن سے ملاقات ہوئی' دبلے لمبے قد کا ایک نوجوان' افغانی لباس پہنے ہوئے' سر پر پگڑی باندھے' کندھے سے کلاشنکوف لٹکائے اور ہاتھ میں چھوٹی سی تسبیح گھماتے ہوئے سامنے آیا تو یوں محسوس ہوا کہ کوئی افغان عالم دین کسی دینی مدرسہ میں سبق پڑھا کر درسگاہ سے باہر نکل رہا ہے۔ اسامہ بن لادن کے بیوی بچے بھی ان کے ساتھ ہیں جو اسی خیمہ بستی میں قیام پذیر ہیں بلکہ دستر خوان پر سادہ کپڑوں میں ملبوس تیرہ چودہ سال کا ایک بچہ ہمارے ہاتھ دھلاتے ہوئے آگے بڑھا تو میرے ساتھ بیٹھے ہوئے دوست نے بتایا کہ شیخ اسامہ کا بیٹا ہے۔ جی چاہا کہ اس بچے کے ہاتھ سے پانی کا برتن لے لوں اور خود اس کے پاؤں دھلاؤں جو سعودی عرب میں اپنے خاندان کے بلند و بالا محلات کے بجائے افغانستان کے ایک کیمپ میں اپنے پر عزم اور مجاہد باپ کے ساتھ صرف اس لیے صعوبتیں برداشت کر رہا ہے کہ وہ اسلام کی سربلندی اور نفاذ کا خواہاں ہے اور اس بارے میں کسی مصلحت اور لچک کا روادار نہیں ہے۔

سچی بات ہے کہ اسامہ بن لادن کا کیمپ دیکھ کر مجھے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت ابو بصیرؓ کا وہ کیمپ یاد آگیا جو انہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد مظلوم مسلمانوں کو کافروں کے مظالم سے بچانے کے لیے پناہ گاہ کے طور پر بنایا تھا۔ ابو بصیرؓ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو کر مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ کی رو سے انہیں واپس کفار کے پاس بھجوانے کے پابند تھے۔ چنانچہ آپؐ نے معاہدے پر عمل کر کے انہیں واپس کر دیا۔ مگر ابو بصیرؓ نے مکہ مکرمہ واپس جانے کے بجائے راستہ میں سمندر کے کنارے ایک کیمپ بنا لیا جو دیکھتے دیکھتے کفار کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے مظلوم مسلمانوں کی محفوظ پناہ گاہ بن گیا اور بالآخر کفار کو خود معاہدہ کی اس شق سے دستبردار ہونا پڑا۔ خدا کرے کہ آج کا یہ ابو بصیرؓ بھی مسلمان مجاہدین کو محفوظ پناہ گاہ مہیا کرنے میں کامیاب ہو اور اس کی یہ جدوجہد دنیا میں اسلام کے غلبہ ونفاذ کا نقطہ آغاز بن جائے۔ آمین یا رب العالمین۔

(روزنامہ پاکستان اسلام آباد ۱۳ مارچ ۹۷ء)